محاضرات فقہ میں قرآنی استدلالات و استشہادات ۔ ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ کا اسلوب

شائستہ جبیں*
پروفیسر ڈاکٹر محمد سعد صدیقی*

Dr. Mahmood Ahmad Ghazi was one of eminent scholars of Pakistan who is recognized due to his multidimensional contributions in academic spheres. He wrote many outstanding monographs that are commended by contemporary scholars. His famous series of "Mahadrat" is being considered a source of true knowledge for readers, students and researchers. This article deals with "Mahadrat Fiqh" (Lectures delivered on different topics Islamic jurisprudence). This book consists of twelve informative lectures that starts from introduction to Islamic jurisprudence and ends at the discussion of practicability & adjustability of Islamic jurisprudence in modern world of the day. As every Islamic scholar originates his arguments from basic sources of Quran and Sunnah but the methodology of reasoning results in variation of inferences. This article is an attempt to find out the methodology and pattern of Quranic arguments rendered in the book "Mahadrat Fiqh" by Dr. Ghazi. The article has been written in analytical mode to give some clear picture of the Quranic interpretations of Dr. Ghazi.

ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ ہمارے ملک کے نامور عالم دین گزرے ہیں۔ فقہ اور اصول فقہ ان کی دلچسپی اور مہارت کا خاص موضوع اور میدان رہے ہیں ۔ ڈاکٹر غازیؒ کے مشہور و معروف سلسلہ محاضرات کی ایک مقبول کڑی "محاضرات فقہ " میں موصوف نے آیاتِ قرآن سے جگہ جگہ استدلال و استشہاد کیا ہے جس کا ذیل میں جائزہ لیا جاتا ہے۔ (1)

یہ کتاب ان بارہ عنوانات کے تحت دئیے گئے محاضرات کا مجموعہ ہے :

پہلا خطبہ فقہ اسلامی (علوم اسلامیہ کا گل سرسید)
دوسرا خطبہ علم اصول فقہ (عقل و نقل کے امتزاج کا ایک منفرد نمونہ)
تیسرا خطبہ فقہ اسلامی کے امتیازی خصائص
چوتھا خطبہ اہم فقہی علوم اور مضامین : ایک تعارف
پانچواں خطبہ تدوین فقہ اور مناہج فقہاء
چھٹا خطبہ اسلامی قانون کے بنیادی تصورات

* لیکچرار، شعبہ علومِ اسلامیہ، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، جھنگ ۔
* ڈائریکٹر، ادارہ علومِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب،لاہور ۔

ساتواں خطبہ مقاصد شریعت اور اجتہاد

آٹھواں خطبہ اسلام کا دستوری اور انتظامی قانون
نواں خطبہ اسلام کا قانون جرم و سزا
دسواں خطبہ اسلام کا قانون تجارت ومالیات
گیارہواں خطبہ مسلمانوں کا بے مثال فقہی ذخیرہ۔۔ ایک جائزہ
بارہواں خطبہ فقہہ اسلام دور جدید میں

اس کتاب میں غازی صاحب کے قرآنی استدلات و اشتہادات درج ذیل ہیں۔ خطبہ اول میں فرماتے ہیں: "قرآن مجید نے بتایا ہے" وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ "(2) ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا۔ گویا زندگی کے ماخذ اور مصدر تک جو راستہ لے جائے وہ راستہ عربی زبان میں شریعت کہلاتا ہے۔ یہ راستہ جو زندگی کے ماخذ اور مصدر تک لے جاتا ہے۔ یہ ہمیشہ مختصر ترین ہوتا ہے، صاف اور ہموار ہوتا ہے، کشادہ ہوتا ہے اور منزل تک پہنچانے کا یقینی ذریعہ ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی یہ بتایا گیا ہے کہ وان الداد الآخرۃ لھی الحیوان(3) کہ آخرت کی زندگی ہی درحقیقت زندگی ہے۔ اس زندگی میں کامیابی کی حتمی منزل مقصود تک جو راستہ پہنچا دے وہ اصطلاح میں شریعت کہلاتا ہے۔" (4)

فقہی اصول

صحابہ کرامؓ کے وضع کردہ فقہی قوانین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں : "صحابہ کرامؓ نے مختلف اوقات میں مختلف اصول اور قواعد مقرر فرمائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک خاتون آئی اور کہا کہ میرے بال چھوٹے ہیں یا اُڑ گئے ہیں۔ میں کسی کے کٹے ہوئے بال خرید کر اپنے سر میں لگانا چاہتی ہوں۔ آپ مجھے اللہ کی کتاب کے مطابق اسکا فیصلہ بتائیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب میں اس کی ممانعت آئی ہے۔وہ خاتون چلی گئی۔ کچھ دن بعد آکر کہنے لگی کہ میں نے تو اللہ کی کتاب پوری پڑھ لی ہے اسمیں تو ممانعت کہیں نہیں ہے۔ جواب دیا کہ قرآن مجید میں آیا ہے " وَمَا نَهَكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا "(5) جو چیز اللہ کے رسول ﷺ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رُک جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر لعنت فرمائے جو دوسری عورتوں کے بال اپنے سر میں لگاتی ہیں۔ گویا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ یہ ارشاد فرما رہے تھے کہ قرآن مجید میں کوئی ایسا حکم نہیں ہے جو سنت کے احکام سے متعارض ہو۔" (6)

تھوڑا آگے چل کر فرماتے ہیں :

"قرآن پاک کی ایک آیت ہے جس میں نفقہ بعد از طلاق کی بڑی واضح صورتحال بیان کی گئی ہے کہ "وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ "(7) کہ جن عورتوں کو طلا ق ہو جا ئے تو انہیں طلاق دینے والے شوہر کی طرف سے متاع یعنی سازو سامان ملے گا جسکا تعین معروف کے مطابق ہو

گا اور جس کی مقررہ مدت ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں اسی طرح کا واقعہ پیش آیا۔ مطلقہ خاتون نے دوران عدت نفقہ کا مطالبہ کیا۔آپؓ نے اس آیت کے مطابق کیا کہ تمہیں دوران عدت نفقہ حسبِ رواج ملے گا۔ (8)

حکم شرعی کی اقسام

"حکم شرعی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حکم شرعی تکلیفی اور دوسرا حکم شرعی وضعی کہلاتاہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا"(9)اس ایک آیت میں دونوں حکم موجود ہیں۔ حکم شرعی تکلیفی بھی ہے اور حکم شرعی وضعی بھی ہے۔ ا سمیں حکم شرعی تکلیفی یہ ہے کہ "وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ" کہ اللہ کے حق کے طور پر لوگوں پر یہ فرض ہے کہ اسکے گھر کا جمع کریں۔ گویا اس حکم کے ذریعے مسلمان حج کا مکلف ہو گیا اور اس پر حج کرنا واجب اور فرض ہے۔ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ان لوگوں کیلئے ہے جن کو استطاعت ہوا اور وہ وہاں تک جا سکتے ہیں۔ گویا آیت کے دوسرے حصہ میں ان حالات کو بیان کیا گیا ہے جن میں یہ حکم واجب ہو گا۔" (10)

عرف اور رواج بطور ماخذ قانون

کے تحت فرماتے ہیں :

"دنیا میں طرح طرح کے رواجات، کاروبار کے طریقے، لین دین کے آداب اور میل جول کے طریقے ہوتے ہیں۔ بہت سے فقہی احکام ایسے ہیں جو ان طور طریقوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ چنانچہ شریعت کے وہ احکام جن کا تعلق طور طریقوں سے ہو وہ بھی بدل جائیں گے۔ قرآن مجید میں ایک جگہ آیا ہے کہ جب نماز پڑھو تو پوری زینت اختیار کرو۔ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (11) ہر نماز کے وقت مکمل لباس اختیار کرو ۔ اس بارے میں فقہائے کرام نے بالا تفاق کہا ہے کہ نماز پڑھتے وقت انسان کیلئے جہاں تک ممکن ہو مکمل لباس پہننا چاہئیے۔ اب مکمل لباس کیا ہے ؟ یہ ہر علاقے کے عرف اور رواج کے مطابق ہو گا مثلاً مردوں کے سر ڈھانکنے کا رواج بعض ممالک میں ہے اور بعض میں نہیں ہے"۔

مزید فرماتے ہیں :

"فقہاءنے لکھا ہے اور شریعت کا اصول ہے کہ آپس کی رضا مندی کے بغیر تجارت درست نہیں۔ قرآن میں آیا ہے کہ " اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ " (12) فقہاءنے لکھا ہے کہ تراضی کی دلیل یہ ہے کہ ایجاب اور قبول ہو۔ عرف کا اصول نہ صرف اسلامی شریعت نے بلکہ دنیا کے بیشتر قوانین نے بطور ماخذ قانون کے تسلیم کیا ہے۔ (13)

اعتدال کا راستہ

"جو کام جس کیفیت میں کرنا ہے اس کیفیت میں کیا جائے۔ یہ عزم کر لیا جائے تو انسان خود بخود اعتدال کے راستے پر چل پڑے گا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ جب قرآن مجید میں آیا کہ " اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ "(14) کہ جو لوگ ایمان لائے اور انکا ایمان ظلم سے ذرہ برابر ملوث نہیں ہوا۔ اس پر ظلم کا ذرہ بھر چھینٹا نہیں پڑا۔ ظلم مس ہو کر نہیں گذرا۔ تو انہی کیلئے روز آخرت امن ہوگا اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ایسا کون ہو سکتا ہے جس نے کبھی ظلم کا ارتکاب نہ کیا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ(15) ظلم کی سب سے بڑی قسم شرک ہے۔ چھوٹے چھوٹے ظلم ہزاروں قسم کے ہو سکتے ہیں۔ گویا اعتدال کا راستہ اپنانا اور اعتدال کے راستہ پر چل کر ظلم کی ہر قسم سے بچنا شریعت کی خصوصیت ہے۔"(16)

اجماع کا درجہ

اجماع کے بارے میں پوچھے گئے ایک سولا کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں : "اجماع کو اس لئے فرض درجے میں لایا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ " وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ "(17) جو مسلمانوں کے اجتماعی راستے سے ہٹ کر کسی راستے کی پیروی کرے گا تو ہم اس کو اسی راستے پر چلائیں گے اور جہنم میں جلائیں گے۔قرآن مجید کا حکم ہے کہ اگر کوئی مسلمانوں کے متفقہ فیصلہ کے خلاف جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں پھینکے گا۔ یعنی مسلمانوں کا وہ متفقہ فیصلہ جو شریعت کے مطابق ہو۔ وہ واجب التعمیل ہے اس لیئے اجماع کی پیرو ی لازمی ہے۔ (18)

ادارہ خاندان کا تحفظ

اسلام میں ادارہ خاندان کی اہمیت بتاتے ہوئے فرماتے ہیں : "فرد کے بعد خاندان کا ادارہ ہے جس کے تحفظ کیلئے شریعت نے اتنے تفصیلی احکام دئےے ہیں کہ قرآن مجید کی ڈیڑھ سو کے قریب آیات صرف احوال شخصی اور عائلی نظام کے بارے میں ہیں۔ یہاں تک کہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ انسان کی آزمائش کیلئے کہ وہ کس حد تک توحید اور اسلام کے عقیدے پر پختہ ہیں دو فرشتوں کو جادوگروں کے بھیس میں بھیجا۔ فرشتوں نے لوگوں سے کہا کہ ہم جادو سکھاتے ہیں۔ دیکھنا یہ تھا کہ کتنے لوگ اس چیز کا شکار ہوتے ہیں اور کتنے بچتے ہیں۔ وہ جادو جو آزمائش کیلئے اتارا گیا تھا وہ کوئی ایسا منتر تھا جس سے شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق پیدا ہوتی تھی۔ يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ (19) یہ وہ چیز ہے جس کو قرآن پاک کے کفر

سے تعبیر کیا ہے۔ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا -(20) یہ کفر یہ حرکت جو لوگوں نے سیکھی ، یہ ساحرانہ کافری یا کافرانہ سحر کاری یہ تھی کہ شوہر اور بیوی کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے۔ گویا یہ اتنی اہم چیز ہے کہ قرآن مجید نے اس چیز کو ریکارڈ کیا ہے کہ پڑھنے والے یہ اندازہ رکھیں کہ خاندان کے درمیان تعلق اور استواری کی کیا حیثیت ہے۔ (21)

آگے چل کر والدین کی ذمہ داری بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"قرآن مجید میں ایک جگہ آیا ہے کہ" وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ "(22) یہ جملہ جس سیاق و سباق میں آیا ہے وہاں نفقہ کی ذمہ داریاں بیان ہو رہی ہیں کہ فلاں کی ذمہ داری یہ ہے اور فلاں کی ذمہ داری یہ ہے۔ باپ کے ذمہ ہے کہ بچوں کا نفقہ دے جب تک وہ اپنے پاؤں پر کھڑے نہ ہوں انکا خرچ برداشت کرے۔ اگر یہ ذمہ داری باپ کی ہے تو اگر بچے کچھ چھوڑ کر مریں اور باپ زندہ ہے تو بچوں کے ترکہ میں سے باپ کو حصہ ملنا چاہئیے۔یعنی فائدہ اور ذمہ داری ایک ساتھ چلتی ہیں اور انکو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔" (23)

ایک سے زیادہ مفاہیم کی آیات

صحابہ کرامؓ اور فقہائے عظام کے درمیان سب اختلاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"قرآن پاک نے بعض جگہ بعض ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو ایک سے زائد مفاہیم کے حامل ہیں۔ عربی زبان میں انکا مفہوم ایک سے زائد ہے۔ قرآن پاک میں ایک جگہ ہے "وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْۤءٍ" (24) کہ جن عورتوں کو طلاق ہو جائے وہ تین مہینہ تک انتظار کریں ۔ اس کے بعد چاہیں تو دوسرا نکاح کر سکتی ہےں۔ اب قرور سے کیا مراد ہے ؟ بعض صحابہ کرام کا خیال تھا کہ اس سے مراد وہ مختصر مدت ہو سکتی ہے جو ہر مہینے میں تین یا چار یا پانچ چھ دن ہوتی ہے۔ بعض نے سمجھا کہ اس سے مراد اسکے علاوہ وہ بقیہ مدت ہے جو پاکیزگی کی مدت کہلاتی ہے۔ عربی زبان میں چونکہ اس لفظ کے دونوں معنی اور مفاہیم مستعمل ہیں اس لئے ے صحابہ کرامؓ اور فقہائے عظام نے اپنی اپنی فہم سے کسی ایک مفہوم کو متعین کرنی کی کوشش کی ۔ “ (25)

حضرت عمر فاروقؓ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"حضرت عمر فاروق ؓ نے اعلان فرمایا کہ میں نے طے کیا ہے کہ آج کے بعد مہر کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر کی جائے اور اس سے زیاہ مہر مقرر کرنے کا کسی کو اختیار نہ ہو۔ اس پر ایک بوڑھی خاتون صحابیہ حضرت خولہؓ نے قرآن حکیم کی اس آیت کا حوالہ دیا کہ" وَاٰتَيْتُمْ

اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا"(26) اگر تو نے انہیں سونے چاندی کا ڈھیربھی دیا ہے تو واپس مت لو۔ تو قرآن تو ڈھیر دینے کی بات کرتا ہے۔ تم ایک حد سے زیادہ مہر دینے پر کیسے پابندی لگا سکتے ہو؟ جس پر حضرت عمر فاروقؓ نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا"۔ (27)

تنوع : اللہ کی نشانی

فرماتے ہیں : "اسلام کسی کے ذوق اور مزاج کو دباتا نہیں ہے۔ مزاج میں اگر کوئی چیز شریعت سے متعارض ہو تو بدلنی چاہئے ے لیکن اگر کوئی چیز شریعت سے متعارض نہیں ہے تو شریعت اس کو زبردستی بدلنا پسند نہیں کرتی۔ اسی طرح کچھ معاملات ہیں جن کا فیصلہ آدمی اپنے ذوق سے کرتا ہے۔ پھر مختلف انسانوں کے مزاج اور روے ے مختلف ہوتے ہیں۔ مزاجوں میں تغیر کے اسباب مختلف ہوتے ہیں جن میں جغرافیائی اسباب بھی ہوتے ہیں، مالی اور تہذیبی اسباب بھی ہوتے ہین یہ سارے تنوعات انسانوں کے تنوعات ہیں جن کو قرآن مجید نے اللہ کی نشانیاں قرار دیا ہے۔"وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ" (28) تمہارے رنگوں اور زبانوں کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔لہذا اس تنوع اور اختلاف کو تو قرآن برقرار رکھتا ہے اور اس کو مٹانے کا حکم نہیں دیتا۔"(29)

بشری کمزوریوں کا لحاظ

"اللہ کی شریعت کا ایک عام انداز اور مزاج یہ ہے کہ وہ احکام دیتے وقت اور فرائض و واجبات کا تعین کرتے وقت انسان کی کمزوریوں کا احساس کرتی ہے۔ انسان کی کمزوریوں کا لحاظ رکھتے ہوئے احکام دیتی ہے۔ اللہ رب العزت سے بہتر کوئی نہیں جانتا کہ انسان کمزور پیدا ہوا ہے " وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا"(30) انسان کے دل میں مال و دولت کی شدید محبت بھی پائی جاتی ہے۔ "وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ"(31) مال کی محبت انسان میں شدید ہے ۔ بعض اوقات ایسا ہو سکتا ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کوئی تعارض واقع ہو جائے۔اس لیے اللہ نے انسان کے اس مزاج اور کمزوری کا لحاظ کرتے ہوئے یہ اجازت دے دی کہ جہاں حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کوئی تعارض ہو، تو وہاں حقوق العباد کو ترجیح دی جائے "(32)

امانت

"سارا مال اللہ کا ہے۔ ہم اور آپ اس کے امین ہیں اور انہی شرائط کے مطابق استعمال کرنے کے پابند ہیں جن شرائط کے تحت اللہ تعالیٰ نے اس مال کو استعمال کرنے کی ہمیں اجازت دی ہےجو شرائط مقرر کی ہیں انکی پیروی کی جائیگی تو مال کا استعمال جائز ہو گا۔ شرائط کی خلاف ورزی کی جائیگی تو مال کا استعمال نا جائز ہو گا۔ قرآن مجید

نے اس مضمون کو بہت سی آیات میں بیان کیا ہے۔ "وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ"(33)تم ان غریبوں اور مستحقین کو اللہ کے اس مال میں سے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔ ایک اور جگہ آیا ہے کہ " وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ" (34) کہ اللہ نے جس مال میں تمہیں اپنا خلیفہ بنایا ہے اس مال میں سے خرچ کرو۔ گویا تم اصل مالک نہیں ہو بلکہ اصل مالک کے جانشین اور نائب ہو ۔ جس طرح سے نائب کو استعمال کرنے کا اختیار ہوتا ہے، فائدہ اٹھانے کا بھی اور کسی حد تک دوسروں کو شریک کرنے کا، تو اس حد تک تم کر سکتے ہو اس سے آگے نہیں کرسکتے"-(35)

مزید فرماتے ہیں کہ :

"خرچ کرنے میں بھی اعتدال کا حکم ہے۔ " وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا"(36) یہ اہل ایمان کی صفت ہے جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ بخل سے کام لیتے ہیں اور نہ اسراف سے کام لیتے ہیں۔ "وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا"(37) ان دونوں کے درمیان توازن کیساتھ خرچ کرتے ہیں۔ اعتدا ل کیلئے ضروری ہے کہ انسان دو چیزوں سے بچے۔ ایک اسراف سے، دوسرے تبذیر سے "-(38)

تصور عقد

فرماتے ہیں : "فقہ اسلامی، بلکہ قریب قریب دنیا کے تمام قدیم و جدید قوانین میں ایک اہم تصور عقد کا ہوتا ہے۔ یعنی جب دو یا دو سے زائد افراد کے درمیان کوئی تجارتی، دیوانی،عائلی یا کسی اور انداز کا کوئی معاملہ یا معاہدہ ہو تو اس کے قواعد و ضوابط اور احکام کیا ہوں۔ یہ معاملہ یا معاہدہ فقہ اسلامی کی اصطلاح میں عقد کہلاتا ہے۔ یہ اصطلاح خود اسی مفہوم میں قرآن پاک سے ماخوذ ہے-" يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ڛ"(39) اے ایمان والو اپنے عقود کو پورا کر وایا عقود کی پابندی کرو-" (40)

مقاصد شریعت

فرماتے ہیں : "ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ حکم شریعت کا حکم ہے۔ رسول اللہ نے فلاں بات کا حکم دیا ہے تو وہ بات ہمارے لیئے حرف آخر ہونی چاہئیے۔ یہ بات قرآن پاک نے بھی واضح کر دی ہے۔ سورۃ النساءمیں ارشاد ربانی ہے: " فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَــرَ بَيْنَھُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِــيْمًا "(41) یعنی ہر گز نہیں، قسم ہے آپکے رب کی، یہ لوگ اسوقت تک مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک آپس کے ہر اختلاف میں آپکو حکم نہ بنائیں، پھر آپ نے جو فیصلہ کیا ہو اس پر اپنے دل میں ذرہ برابر تنگی یا حرج محسوس نہ کریں۔ انسان دل میں تنگی اور حرج کب اور کیوں محسوس کرتا ہے ؟ حرج اور تنگی

وہیں محسوس ہوتی ہے جہاں فیصلہ اپنی خواہش کیخلاف محسوس ہوتا ہےلیکن اس کے باوجود شریعت کی مصلحتوں سے واقف ہونے کی کوشش شکرنایا اللہ کے فرمودات اور احکام کی حکمتیں جاننے کی خواہش ہونا اللہ کے مقرب اور نیک انسانوں کا طریقہ رہا ہے۔ حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ مردوں کو کیسے زندہ کرتے ہیں ؟ ارشاد ہوا کہ "اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ" (42) کیا تم ایمان نہیں رکھتے۔ تو جواب میں حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ "بلی بلاشبہ ایمان تو رکھتا ہوں" "وَلٰكِنۡ لِّيَطۡمَئِنَّ قَلۡبِىۡ"(43) لیکن یہ سوال اس لئیے کیا ہے کہ میرے دل کو مزید اطمینان حاصل ہو جائے۔ انسان کا مزاج یہ ہے کہ بہت سی یقینی اور قطعی چیزوں پر وہ پختہ ایمان رکھتا ہے، لیکن مزید اطمینان ہو جاتا ہے جب انسان ان کو اپنی آنکھوں سے خود دیکھ لیتاہے۔" (44)

احکام شریعت کی حکمتیں

"شریعت کے ہر حکم میں کوئی نہ کوئی علت، کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت پوشیدہ ہے۔ قرآن مجید نے جا بجا وہ مصلحتیں بیان کی ہیں۔ مثلاً ایک جگہ تذکرہ ہے کہ اللہ نے پیغمبر کیوں بھیجے ؟ پیغمبروں کے بھیجے جانے کی حکمت کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ " لِئَلَّا يَكُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَيۡكُمۡ حُجَّةٌ ۢبعد الرسل"(45) تاکہ رسولوں کے آنے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے ہاں پیش کرنے کیلئے کوئی حجت باقی نہ رہے۔بالفاظ دیگر کوئی انسان روز قیامت یہ نہ کہہ سکے کہ اے پروردگار! مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپکا حکم اور طریقہ کیا ہے۔ اس لیئے نہ میں آپ کی عبارت کی اور نہ آپکی مرضی پر چلنے کی کوشش کر سکا۔ (46)

مزید فرماتے ہیں کہ :

"قرآن مجید میں ایک جگہ یہ بحث ہے کہ ہم نے موت و حیات کا یہ سلسلہ کیوں پیدا کیا ہے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ خالق ہے جس کو چاہے پیدا کرلے، جس کو چاہے پیدا نہ کرے۔ کون پوچھ سکتا ہے کہ کسی کو پیدا کیوں کیا اور کسی کو پیداکیوں نہ کیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے خود اس سلسلہ میں پیدائش اور موت و حیات کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "لِيَبۡلُوَكُمۡ اَيُّكُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا"(47) تاکہ اللہ تعالیٰ آزما کر دکھائے کہ کون اچھے عمل کرنیوالا ہے اور کون برا عمل کرنے والا ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا گیا " وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ"(48) کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ گویا اللہ کی عبادت انسان اپنے فیصلہ اور اپنی آزادانہ مرضی اور ذوق و شوق سے کتنی کرتا ہے، یہ دکھانا مقصود ہے ۔ مجبوری میں تو ساری مخلوقات اللہ کے حکم کی پیروی کرتی ہیں لیکن انسان اپنی مرضی سے احکام تشریعی کی کتنی

پابندی کرتا ہے، یہ انسانوں اور اللہ کی دوسری مخلوقات کو بتانا اور دکھانا مقصود تھا۔"(49)

نماز کی اور دیگر عبادت کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"مثال کے طور پر نماز کے بارے میں فرمایا گیا کہ "اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ" (50) نماز فحشاءاور منکر دونوں سے روکتی ہے۔ چھپی اور کھلی ہر قسم کی برائی سے اللہ نے منع کیا ہے اور اسکو روکنے میں نماز بڑی مدد گار ثابت ہوتی ہے۔ یہ نماز کی ایک اخلاقی اور روحانی حکمت ہے۔ روزہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" (51) زکوۃ کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ تمہارے مال اور جذبہ تملک و تمول کو پاکیزہ کرتا ہے۔تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا (52) حج کے بارے میں بتایا گیا " وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ"(53) فے کے مال کے جو احکام بتائے گئے انکی حکمت یہ بتائی گئی کہ "كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ"(54) قصاص کی حکمت یہ بتائی گئی کہ "وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ"(55) لین دین اور قرض کے معاملات کے بارے میں سورۃ بقرہ میں جو احکام دئیے گئے ہیں، انکے بارے میں کہا گیا ہے کہ " ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ "(56) دستاویز لکھنے کا حکم دیا گیا کہ ممکن ہو تو لکھ دو کہ کس کا حق کتنا بنتا ہے۔ اس کی حکمت یہ بتائی گئی کہ " وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا (57) قطع ید کا حکم دیا گیا ہے کہ چور چوری کا ارتکاب کرے تو اسکا ہاتھ کاٹ دو ۔ اس سخت سزا کی حکمت یہ بتائی گئی کہ " جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ "(58) پردے کے بارے میں کہا گیا کہ " ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ"(59) کہ جو بد کار اور بد کردار لوگ ہیں انکو پتہ چل جائے کہ یہ باعزت خواتین ہیں۔ اس لیئے انکو بلا وجہ تنگ نہ کریں۔ حجاب اور باحیا لباس سے یہ فائدہ خود بخود ہو جاتا ہے کہ اخلاق، کردار اور حیا کا تحفظ ہو جاتا ہے۔ یہ ان حکمتوں کی جستہ جستہ مثالیں ہیں جو قرآن مجید میں جا بجا بیان ہوئی ہیں"۔ (60)

اجتہاد اور صحابہ کرامؓ

کے عنوان کے تحت ایک صحابیؓ کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ : "ایک صحابی کو دوران سفر غسل کی ضرورت پیش آئی ۔ وہاں پانی موجود تھا۔ لیکن انہوں نے بغیر غسل کے نماز تیمم کرکے پڑھا دی۔ رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے اُن صحابی سے اسکا سبب دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا : یا رسول اللہ ﷺ ! سردی بہت تھی۔ قرآن پاک میں آیا ہے وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (61) اپنے آپکو اپنے ہی ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔ میرا خیال تھا کہ میں نے اس پانی سے غسل کیا تو بیمار پڑ جاؤنگا۔ یہ جواب سُن کر رسول اللہ صلعم مسکرائے اور زبان سے کچھ نہیں فرمایا۔ گویا اس عمل کی اجازت دے

دی۔ اب اس سے دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں کہ افضل اور عزیمت کیا ہے اور رخصت کی گنجائش کہاں ہے۔ یہ ایک اجتہاد ہے جس کو رسول اللہ نے جزوی طور پر پسند فرمایا اور یہ اشارہ بھی فرما دیا کہ دوسرے نقطہ نظر کی بھی گنجائش ہے۔"(62)

اعتدال کی تعلیم

فرماتے ہیں کہ : "جو چیز قرآن کے پیش نظر ہے وہ یہ ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں اور آخرت کی زندگی کے تقاضوں میں توازن ہونا چاہئے ے۔ یہ بات قرآن مجید میں جا بجا اتنے تواتر سے بیان ہوئی ہے اور قرآن مجید کے احکام سے اتنی واضح ہے کہ اس پر کسی استدلال کی ضرورت نہیں رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَـنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَـنَةً(63) قرآن مجید شاید واحد آسمانی کتاب ہے جس نے دنیا و آخرت کے حسنات کو ایک سطح پر رکھا ہے اور اللہ سے دونوں کی دعا مانگنے کی تلقین کی ہے۔ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (64) ایک جگہ ہے ”ثواب الدنیا و حسن الثواب الاخرۃ“ (65) اس دنیا کا ثواب بھی حاصل کرو اور آخرت کا ثواب بھی حاصل کرو جو بہترین ثواب ہے۔ ایک اور جگہ ہے فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَـنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ(66) یعنی اس دنیا کی اچھائیاں بھی دے اور آخرت میں توہم تیری ہی طرف ہدایت کیساتھ لوٹنے والے ہیں۔ قرآن مجید میں اسطرح کی درجنوں آیات ہیں جن میں دنیا اور آخرت کی زندگی میں اعتدال کا درس دیا گیا ہے۔ (67)

حکومت اور اقتدار، اللہ کا انعام

"سلطنت اور اقتدار کی خاطر جدوجہد کی مسلمانوں کو کوئی تلقین نہیں کی گئی۔ا س کے برعکس قرآن مجید میں آیا ہے کہ حکومت اور اقتدار اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ انعام ان لوگوں کو دیتا ہے جو ایمان لائیں، عمل صالح کریں۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ(68) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جنہوں نے ایمان کو اختیار کیا اور نیک اعمال اپنائے وعدہ کیا ہے کہ انکو زمین میں خلافت عطا فرمائیگا ۔جب مسلمان معاشرہ میں ایسے لوگوں کی تعداد قابل ذکر حد تک ہوجائے جو ایمان اور عمل صالح کی صفات سے متصف ہوں تو پھر معاشرہ میں وہ اسلامی رنگ پید اہونے لگتا ہے جس کو قرآن نے اللہ کا رنگ قرار دیا ہے۔ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ (69) یعنی اللہ تعالیٰ کا رنگ اور شریعت کا مزاج اپنے اندر پیدا کرو۔ جن خوبیوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنانے کا حکم دیا ہے انکو اپناؤ اور جن برائیوں سے بچنے کا حکم دیا ہے، ان سے بچو"۔(70)

"یہ وہ اسباب ہیں جن کیلئے قرآن مجید نے بعض ہدایات ایسی دی ہیں کہ جن کی پاسداری ان مسلمانوں کو کرنی چاہئے جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں اقتدار عطا فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے " اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ"(71) اس آیت کے ایک ایک لفظ پر غور کریں۔ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں۔ اگر وہ تمہیں اقتدار کی نعمت سے نوازے تو پھر تمہیں یہ چار کام کرنے ہوں گے - "(72)

تکوینی احکام

احکام خداوندی کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں : ”اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کا اقتدار دو طرح سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایک تو اس حکم کے ذریعے ہوتا ہے جسکو حکم تکوینی کہا جاتا ہے۔ "وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ" (73) سورج اللہ کی مخلوق ہے۔ جس راستے پر چلا دیا ہے اس پر لاکھوں برس سے چل رہا ہے۔ اسی طرح سے جس مخلوق کو جو بھی حکم دیا گیا ہے وہ اسی کے مطابق چل رہی ہے۔اس لیے آزمائش اور اللہ کی جانشینی کا لازمی تقاضا ہے کہ انسان ان قواعد کی پابندی کرے جن کی پابندی کا مالک حقیقی نے حکم دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں بعض احکام کی خلاف ورزی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنگ کا اعلان کیا گیا ہے -فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (74)اگر فلاں فلاں کام نہیں کرو گے یا فلاں اور فلاں کام کا ارتکاب کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔"(75)

حوالہ جات و حواشی

1. غازی ، محمود احمد ، ڈاکٹر ، محاضرات ، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور،2005ء، ص :5
2. الانبیاء21: 30
3. العنکبوت 29: 46
4. ڈاکٹر، غازی ، محاضرات فقہ، ص 32
5. الحشر 59: 7
6. ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ، ص86
7. البقرہ 2: 241
8. ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ، ص69
9. آل عمران 3: 97
10. ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ، ص 86
11. الاعراف 7: 31
12. النساء4: 29
13. ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ، ص ص 108- 109
14. الانعام 6: 82
15. لقمان 31: 13
16. ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ، ص 148

17.النساء4: 115
18.ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ، ص 155
19.البقرة 2: 102
20.البقرة 2: 102
21.ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ ، ص 172
22.البقرة 2: 233
23.ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ ، ص 175
24.البقرة 2: 233
25.ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ ، ص 230
26.النساء4: 20
27.ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ ، ص 231
28.الروم 30: 22
29.ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ ، ص ص 234- 235
30.النساء4: 28
31.العادیات 100: 8
32.ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ ، ص 260
33.النور 24: 33
34.الحدید 57: 7
35.ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ ، ص 273
36.الفرقان 25: 67
37.ایضاً
38.ڈاکٹر غازی ، محاضرات فقہ، ص 276
39.المائدة 5: 1
40.ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ، ص 286
41.النساء4: 65
42.البقرة 2: 260
43.ایضاً
44.ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ، ص 297
45.البقرة 2: 150
46.ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ، ص 301
47.الملک 67: 2
48.الذاریات 51: 56
49.ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ، ص 302
50.العنکبوت 29: 45
51.البقرة 2: 21

52.التوبہ 9: 103
53.البقرة 2: 198
54.الحشر 59: 7
55.البقرة 2: 179
56.البقرة 2: 282
57.ایضاً
58.المائدة 5: 38
59.الاحزاب 33: 59
60.ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ، ص ص 303- 305
61.البقرة 2: 195
62.ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ، ص ص232- 233
63.البقرة 2: 201
64.القصص 28: 77
65.آل عمران 3: 128
66.الاعراف 7: 156
67.ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ، ص 352
68.النور 24: 55
69.البقرة 2: 21
70.ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ، ص 354
71.الحج 24: 41
72.ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ، ص 359
73.یسٰ 36: 38
74.البقرة 2: 279
75.ڈاکٹر غازی، محاضرات فقہ، ص ص 357- 359